

عشرہ اعتکاف اور شب قدر

مولانا اشرف علی تھانوی

اللہ تعالیٰ نے شریعت مقدسہ میں ایک خاص خلوت مقدر فرمائی ہے اور ایک بڑے زمانہ میں چھوٹا سا زمانہ اس خلوت کے لیے مشروع فرمایا ہے یعنی رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔ اور اس خلوت کا نام اعتکاف رکھا ہے، خلوت نہیں رکھا، اس لیے کہ یہ فلاسفہ اور حکما کا دیا ہوا نام ہے۔

اعتکاف کی روح کیا ہے؟ اعتکاف کی روح مجاہدہ کا ایک جزو ہے۔ مجاہدہ کی حقیقت تھی: قلۃ الطعام (کم کھانا) قلۃ المنام (کم سونا) قلۃ الکلام (کم بولنا) قلۃ الاختلاط مع الانام (لوگوں سے کم میل جول رکھنا)۔ مجاہدہ کا ایک جزو یعنی لوگوں سے کم ملنا تھا، نہ ملنا نہیں بلکہ کم ملنا۔ یہ غلطی کی جو گئیہ نے اور حکماء اشرافین نے کہ وہ ترک اختلاط (ملنے کے چھوڑنے) ہی کو مجاہدہ سمجھے اور اس کی مضرت انہیں یہ ہوئی کہ تعلیم و تعلم سے محروم ہو گئے۔

اس امت کی خلوت در انجمن (مخلف میں تہائی) ہے

گر با ہم چو باہمی ہے ہم گر بے ہم چو بے مہی باہمی
(اگر تم مخلوق میں مشغول ہو مگر دل ہماری طرف متوجہ ہے تو تم خلوت نشین ہی ہو۔ اور اگر خلوت نشین ہو کر تمہارا دل مخلوق کی طرف متوجہ ہے تو خلوت نشین نہیں ہو)

اسی کو زیادہ تفصیل سے عارف شیرازی کہتے ہیں

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل بہ تہائی اندر صفائی نہ بینی
(جب تمہارا دل ہر گھڑی ایک جگہ جاتا ہے تو تم تہائی میں صفائی نہیں حاصل کر سکتے)

دلت مال و جاہ است وزع و تجارت چو دل با خدا است خلوت نشین
(اور اگر تمہارا پاس مال و دولت ہے اور تجارت و زراعت کرتے ہو، جب دل خدا سے لگاؤ

رکھتا ہے تو خلوت نشین ہی ہو)۔

یعنی اگر تم سب کے پاس بیٹھے ہو مگر قلب میری طرف متوجہ ہے تو میرے ساتھ ہو۔ یہ ہے اس امت کی خلوت کہ جلوت میں خلوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو مساجد میں مشروع فرمایا ہے۔ مخاطبین میں بعض ایسے تھے کہ یہ سن کر دس روز تک مسجد میں رہیں گے، نفس کو مزہ آیا کہ آہا خوب باتیں گھڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اس طرح اسناد فرمایا کہ مسجد میں ایک چٹائی کا حجرہ بنایا اور اس میں رہے۔ فرمایا کہ مسجد میں اس طرح رہنا چاہیے اور یہی ماخذ ہے اس عادت کا کہ پردہ وغیرہ اعتکاف میں باندھ لیتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شاید کوئی غلو کرتا۔ اس لیے کہ یہ ایک امتیاز کی شان ہے کہ حجرہ میں خود بیٹھے رہیں اور باہر مریدین و معتقدین جمع ہیں کہ شاہ صاحب نکلیں گے تو زیارت کریں گے اور باتیں کریں گے۔ اس لیے حضورؐ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ نماز کے وقت، کہ وہن وقت اجتماع کا ہے، خود بخود باہر رونق افروز ہو گئے۔ اسی بنا پر اہل اعتکاف کا طریقہ ہے کہ نماز کے وقت پردہ وغیرہ سب اٹھا دیتے ہیں تاکہ کوئی امتیاز کی شان پیدا ہو کر عجب نہ ہو۔ واللہ اگر تمام جہان کے عقلا چاہتے کہ ان مصالح کی رعایت کریں تو ہرگز نہ کر سکتے۔ یہ نوروجی ہے کہ جو ایسے دقیق دقیق مصالح کی رعایت فرمائی۔

علاوہ اس کے ایک اور دقیق رعایت یہ کہ اس پر نظر فرمائی کہ رات کو کام زیادہ کرنا چاہیے لیکن رات آرام کا وقت ہے۔ اگر دس کی دس راتیں کام کریں تو بیمار ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے ان راتوں کی حق تعالیٰ نے عجیب طریقہ سے تقسیم فرمائی کہ طاق راتوں کو شب قدر بنا کر بتلا دیا کہ ایک رات سوؤ اور ایک رات جاگو اور ان راتوں میں ایسی برکات رکھ دیں کہ ہزار مہینوں کی خلوت سے وہ بات نصیب نہیں جو ان راتوں سے ہوتی ہے۔ اگر حکما اپنی عقل سے ہزار تہذیبیں کرتے اور تہذیبیں کرتے کرتے مر رہتے تو یہاں تک نہ پہنچ پاتے۔ اس لیے کہ اس کا ادراک کیسے ہوتا، کہ کون سے زمانہ میں کتنی برکت رکھی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح کسی زمانہ کے اندر کوئی برکت پیدا کرنے کی بھی قدرت نہ تھی۔ یہ تو خالق الزمان کے تصرف سے برکت پیدا ہو گئی اور انہی کے بتلانے سے معلوم ہوا۔ صاحبو! یہ برکات تم کو مفت ملتی ہیں۔ دس دن نہ سہی، کم از کم تین ہی دن دنیا کے بکھیڑے چھوڑ کر مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ تین دن نہ سہی ایک ہی دن سہی۔ علمائے لکھا ہے کہ ایک گھنٹہ کا اعتکاف بھی مشروع ہے۔ اللہ! اللہ اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو بہت ہی خسران کی بات ہے۔ ان کی طرف سے تو کچھ کمی نہیں ہے۔ لیکن آپ بھی تو کچھ حرکت کھیجیے۔ ہماری اور حق تعالیٰ کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اور آپ، کہ بچہ چل نہیں سکتا۔ لیکن تم منتظر اس کے ہو کہ یہ کچھ حرکت کرے۔ جب یہ کچھ حرکت کرے تو میں اس کو گود میں اٹھالوں گا، سنبھال لوں گا۔ اسی طرح حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ بندہ کچھ تو کرے۔ جب یہ کچھ حرکت کرتا ہے تو ادھر سے رحمت ہوتی ہے، جذب ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ادھر سے جذب نہ ہوتا تو یہ

مسافت آپ کے قطع کرنے سے قطع نہ ہوتی۔

جو چیزیں فرض و واجب ہیں ان کے آداب قرآن میں مذکور نہیں بلکہ وہاں صرف صیغہ وجوب کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً **اتَّبِعُوا الصِّيَامَ إِلَى الْاَيْلِ** (روزوں کو رات تک پورا کرو) اور یہاں **خُودٌ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ** (اپنی بیویوں سے مباشرت مت کرو جس وقت کہ تم مسجدوں میں محتلف ہو۔ فرمایا اس میں اعتکاف کے آداب تو بتلائے مگر اس کے فرض و واجب ہونے سے سکوت فرمایا۔ ایک قسم کا اعتدال ہے کہ نہ فرض و واجب نہ مباح بلکہ سنت ہے۔ اگر اسے فرض کر دیتے تو اعتدال نہ رہتا۔ اس میں یہ خاص اعتدال رکھا ہے کہ کوئی کرے اور کوئی نہ کرے اور چونکہ حضور نے خود ہمیشہ کیا ہے اور نہ کرنے والوں پر ملامت بھی نہیں فرمائی۔ اس لیے محققین کا مذہب اس کے متعلق سنت مودکہ علیہ الکفایہ ہونے کا ہے کہ ایک کر لے سب پر بوجھ اتر گیا۔ ایک کر لے اس کی برکت اوروں کو بھی پہنچ جائے، وہ بھی محروم نہ رہیں۔ یہ معنی ہیں سنت علی الکفایہ ہونے کے۔ غرض اعتکاف میں ہر طرح کا اعتدال ہے۔ اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔

فی المساجد کی تخصیص سے ایک اور حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ مساجد کو اعتکاف کے واسطے اس واسطے مقرر کیا کہ فضیلت جماعت بھی منجملہ فضیلتوں کے ہے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں، اعتکاف کی بھی اور جماعت کی بھی۔ اگر کوئی کوہ یا صحرا یا مکان کی کوئی کوٹھڑی اس کے واسطے تجویز کرتے تو یہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہ جاتا۔ نیز اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ تم خود اس جماعت کی برکت کے محتاج ہو۔ اگر نمازی نہ ہوتے تو تم کو یہ برکت کہاں سے حاصل ہوتی۔ تم جماعت کی برکت سے محروم رہتے۔ پس طاعت کے ساتھ ساتھ عجب کا بھی علاج ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا اعتدال ہے۔ حکما کی تجویز کردہ خلوت میں یہ باتیں کہاں۔ اور جب اپنے کو برکات میں ان کا محتاج سمجھے گا تو اس کو کبر نہ ہو گا۔ خلوت اختیار کرتے ہیں کہ لوگوں کے ضرر سے بچیں۔ غرض اوروں کو حقیر سمجھنے کا جو مرض خلوت سے پیدا ہو سکتا تھا اس کا بھی علاج ہو گیا کہ جن کو یہ حقیر سمجھ کر الگ ہوا تھا وہی اہل برکت ہیں۔ انہیں کی بدولت اسے برکت جماعت حاصل ہوئی۔ نیز اسے اس پر بھی اب ناز نہ ہو گا کہ میرے اعتکاف کی وجہ سے اور لوگوں کو برکت پہنچی۔ کیونکہ یہ خیال کر لے گا کہ اصل میں ان لوگوں کے آنے کی وجہ سے مجھے جماعت بلکہ اعتکاف کی بھی برکت حاصل ہوئی اور اس جماعت کا موقع ہونے سے مجھ کو اعتکاف کی اجازت ہوئی۔ تو اصل میں، میں بھی ان کا محتاج ہوا۔ یہ پورا علاج ہے کبر و عجب کا۔ سبحان اللہ کیسی دوا ہے کہ پرہیز بھی ہے اور دوا بھی ہے۔

اسی طرح عاکفون بھی ایک حکمت پر دلالت کر رہا ہے۔ کہ عاکفون کے معنی جس کے ہیں۔ عاکفون یہ بتلا رہا ہے کہ اس میں جس نفس مقصود ہے۔ اس کا صلہ کبھی عن کے ساتھ آتا ہے اور کبھی فی یا علی کے ساتھ۔ یہاں صلہ لائے فی کے ساتھ، مطلب یہ کہ نفس کو مقید کر دو مساجد میں، جو بیت

اللہ میں۔ اب معنی عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ کے یہ ہوئے کہ عاکفون فی بیوت اللہ 'محبوس ہوتے ہیں وہ اللہ کے گھروں میں۔ اور بیوت اللہ میں محبوس ہونا کس کے واسطے ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے ہے۔ پس حقیقت وہ ہوئی جس کو امیر خسرو نے بیان کر دیا ہے۔

خسرو غریب است و گدا افتادہ در کوئے ثنا باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری
(خسرو غریب و گدا آپ کے کوچہ میں پڑا ہوا ہے 'خدا کے لیے غریبوں کی طرف بھی نظر فرمائیے)۔

اور جب اعتکاف کی یہ حقیقت ہے اور حقیقت اس عنایت کے لوازم سے ہے 'تو عاکفون میں یہ بھی بتا دیا کہ جب تم ہمارے دروازے پر آپڑو گے تو کیا ہم تم کو محروم کر دیں گے۔ تو ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے۔ ایک حکمت عاکفون میں اور تلا دی جو گویا روح الروح ہے۔ روح تو خلوت ہے 'اور خلوت کی روح ذکر اللہ ہے۔ کیونکہ حقیقت مذکورہ دال ہے ذکر اللہ پر بوجہ اس کے کہ جس کوچہ میں سب کو چھوڑ کر جا پڑیں گے 'کیا اس کو دل سے بھلا سکتے ہیں۔ پس اس کی یاد ضروری ہوئی اور اس کے ساتھ اوروں کا چھوڑنا 'اور یہی حاصل ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا۔ تو گویا اعتکاف میں نظر اسی پر مقصود رہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ تو حقیقت میں اعتکاف فنائے محض ہے۔ تو جس نے اس نیت سے اعتکاف کیا 'وہ واقعی معتکف ہے 'ورنہ جو شخص بلا اس کے رہا اس کا اعتکاف بلا روح ہے۔

پھر یہ رحمت دیکھیے کہ اعتکاف میں حاجتوں کو خدا نے منع نہیں کیا۔ ان کے قضا کرنے کے لیے مساجد سے باہر نکلنے کی اجازت بھی دے دی۔ پھر بھی اگر کسی سے نہ ہو سکے تو اس کا تصور ہے۔ مباشرت میں چونکہ حاجت خفیف ہے 'اس لیے لَا تُبَاشِرُوهُنَّ سے مباشرت کی ممانعت کر دی 'اور کھانے پینے کی حاجت شدید ہے اس کے کرنے کی بھی اجازت دی 'مثلاً مسجد کے اندر کھانے کی اجازت ہے اور لانے کی بھی اجازت دی۔ اور حاجت کی رعایت یہاں تک کی گئی ہے کہ اگر کوئی مثلاً بساطی ہے اور بساط اس کی اتنی ہی ہے کہ اسی پر گزر رہے تو اسے جائز ہے کہ وہ تجارت بھی مسجد میں کر لے مگر اسباب مسجد میں نہ لاوے۔ کیا ٹھکانا ہے وسعت کا 'خدا کے معاملات کو دیکھو کس قدر سہل ہیں۔ پھر بھی اگر ان سے کوئی تجاوز کرے تو پھر ایسے اعتکاف سے فائدہ کیا۔

ایک حکمت اعتکاف میں یہ ہے کہ اس میں شب قدر کی تلاش (ثواب : ہونڈنا) بھی ہے۔ حدیث میں آتا ہے: شب قدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اور اس حکمت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کو اپنا ضروری سامان مسجد میں رکھنا جائز ہے مگر زیادہ بکھیر لانا مناسب نہیں 'کیونکہ اس سے تو وہ بھی گھر بن جائے گا۔ پھر جس طرح گھر میں عبادت و بیداری میں دشواری تھی وہی بات مسجد میں ہوگی۔ سب کا حاصل یہ ہوا کہ مسجد میں تو گھر کے فتنے سے

چھڑا کے لائے تھے، وہاں تم نے اتنا بکھیرا اکٹھا کیا کہ وہ بھی گھر کی طرح ہو گئی۔ مسجد میں مستحکم کو اتنا بکھیرا نہ لے جانا چاہیے۔ بعض آدمی ہوتے بھی ہیں بکھیرے۔ گو سناہ تو نہیں مگر خلاف ادب ہے۔ مسجد میں آئے ہو گھر چھوڑ کے، اگر تم نے اسے بھی گھر بنا لیا تو مسجد میں آنے کا کیا فائدہ ہوا؟ غرض نہایت مختصر سامان کے ساتھ مسجد میں آنا چاہیے بلکہ اپنے گھر میں بھی نہایت مختصر سامان سے رہنا چاہیے تو مسجد تو پھر خانہ خدا ہے۔ اس میں زیادہ بکھیرا لانا مناسب نہیں۔

یہ پانچ راتیں ہیں جن میں احتمال ہے شب قدر کا، سبحان اللہ، عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ نے اس کی تلاش کے لیے مسجد میں پہنچا دیا۔ بھلا گھر میں اس کی کہاں فرصت؟ مسجد میں مستحکم کو اس لیے لایا گیا کہ شب قدر کی تلاش سہل ہو۔ کیونکہ بہت سے آدمی ہوں گے، جب سب ایک ہی کام میں مشغول ہوں گے تو دل بھی لگے گا۔

اور اس میں بھی عجیب حکمت ہے کہ شب قدر کی تاریخ معین نہیں کی، کیونکہ مقصود پانچ راتوں میں جگانا تھا۔ پھر سبحان اللہ، اس میں یہ کیسا اعتدال ہے کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا، ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا۔ اور پھر اس سونے میں بھی ثواب جگانے کا دیا۔ یہ بات میں اپنی طرف سے گھر کے نہیں کتا۔ حدیث سے ثابت ہے۔ سونا جب ذریعہ ہے جاننے کا، اور وہ ذریعہ ہے عبادت کا، اور ہوا بھی ہے اسی عبادت کے قصد سے، تو اس میں کیوں ثواب نہ ملے گا۔

شب قدر نہایت قابل قدر چیز ہے۔ اس میں جاگنا چاہیے اور خدا کی عبادت کرنا چاہیے اور کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں، جتنا جس سے ہو سکے جاگے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عادت سے کسی قدر زیادہ جاگے۔ اس عبادت شب قدر کی روح مشاہدہ ہے۔ اس میں حق جل و علی شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا ضروری نہیں مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس میں اور اور راتوں میں یہ فرق ہے کہ اس رات میں بہ نسبت اور راتوں کے عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے، قلب کو غفلت نہیں ہوتی اور کیوں ہو، وصل کے ساتھ جبر جمع نہیں ہوتا۔

شب قدر است طے شد نامہ بجر سلام فیہ حتی مطلع الفجر
شب قدر میں نامہ بجر لپیٹ دیا گیا ہے۔ اس میں سراپا سلامتی و برکت ہے، طلوع فجر تک۔

اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ تَنْزَلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا مِنْ مِّنْكَ رَحْمَةً كَانُزُوْلًا هُوَ اَنْزَلُوْا فِيْهَا
اس میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اس میں فضیلت اس وجہ سے آئی ہے کہ اس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں یا ملائکہ اس وجہ سے نازل ہوتے ہیں کہ اس میں پہلے سے فضیلت ہے، بہر حال جو بھی ہو۔

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بخت و ربکش زہے طرب و ربکش زہے شرف
اس کا دامن ہاتھ آجائے وہ کھینچ لے تب بھی مقصود حاصل، ہم کھینچ لیں تب بھی، اسی طرح اس

میں بھی بہر حال فضیلت ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ بڑی دولت سے محروم رہ گیا۔ یہ دن سال بھر کے بعد آتے ہیں، ان کی قدر کرنا چاہیے کیونکہ زندگی کا کیا بھروسہ۔ یوں تو ہر رات میں من و وجہ فضیلت ہے، یہ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر کسی سے فوت ہو جائے تو اور ہی کسی رات میں کچھ کر لے۔ گو وہ ویسی تو نہ ہوگی مگر کام بن جائے گا۔

ای خواجہ چہ پرسی ز شب قدر نشانی ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی
(شب قدر کی نشانی کو تم کیا دریافت کرتے ہو، اگر قدر کرو تو ہر رات شب قدر ہے)۔
لیکن اس میں پھر بھی خصوصیت ہی ہے۔

اوپر جو ذکر کیا گیا کہ اس میں تجلی حق ہوتی ہے۔ اس میں بھی دو احتمال ہیں یا تو اس شب کی فضیلت کے سبب اس میں تجلی ہوتی ہو اور یا خود تجلی کے سبب اس کی فضیلت ہوتی ہو۔ حافظ شیرازی کے قول سے احتمال ثانی اقرب معلوم ہوتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں۔

آن شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب است یارب ایس تاثیر دولت از کد امیں کوکب است
(وہ شب قدر کہ اہل خلوت کہتے ہیں آج کی رات ہے، یارب! اس میں یہ فضیلت کس کوکب کی وجہ سے آئی)۔ یعنی یہ فضیلت شب قدر میں کس کوکب کی وجہ سے آئی۔ کوکب سے مراد تجلی حضرت حق جل و علی شانہ ہے مع ظہور۔ بہر حال یہ وقت عزیز ہے، بڑے فیوض و انوار و برکات کا ہے۔ اس میں جہاں تک ہو سکے اعتکاف کرو، اگر نہ ہو سکے تو ان پانچ راتوں میں جاگ ہی لو۔ اگر تمام راتوں میں نہ ہو سکے تو بعض میں جاگ لو۔ بعض کے بھی بعض حصہ میں جاگ لو، تب بھی کافی ہے۔ (ترتیب و تدوین: م-س)